صفہ......پہلی اسلامی درس گاہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب جس قوم میں طلوع ہوا، وہ ایک ''اُمی'' قوم تھی۔ ''اُمی'' اسے کہتے ہیں جو لکھنا اور لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا نہ جانتی ہو، اس میں شبہ نہیں کہ عربوں میں شعر و سخن اور زبان و ادب کا ایک خداداد مذاق تھا اور وہ اپنے کلام کے ذریعے بربطِ دل کو چھیڑنے، لہو کو گرمانے اور محبوب کے لب و عارض کا نقشہ کھینچنے میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، لیکن یہ اشعار اور ادبی سرمایہ زیادہ تر سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا تھا، وہ اپنے حافظہ سے تحریر کا کام لیتے اور صفحۂ قرطاس کے بجائے صفحۂ دل پر نقش کرنے کا اہتمام کرتے تھے، عربوں میں بعض لکھنے پڑھنے والے بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کے شعب ابی طالب میں بائیکاٹ کا واقعہ حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، جس میں بائیکاٹ کا تحریری اعلان غلافِ کعبہ کے ساتھ آویزاں کرنے کا ذکر ہے، قرآن مجید نے بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایک مکی تاجر پر جب سفر کی حالت میں موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے سامان کی ایک فہرست بنا کر اپنے سامان میں چھپادی اور سامان رفقاءِ سفر کے حوالے کر دیا، اسی فہرست نے چوری اور بددیانتی کے راز کو افشاء کیا، (المائدہ:۱۰۸-۱۰۶)...... یہ اور اس طرح کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ عربوں میں تحریر و کتابت کا ذوق موجود تھا، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی، بعض اہل علم نے تو لکھا ہے کہ مکہ میں صرف سترہ افراد کو لکھنا آتا تھا ''دخل الاسلام و فی قریش سبعة عشر رجلا کلهم یکتب'' (فتوح البلدان:۶۱-۶۶۰)...... مدینہ کا معاملہ اس سے بھی زیادہ گیا گزرا تھا، واقدی نے ان لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں، جو مدینہ میں لکھنے سے واقف تھے، جن کی تعداد گیارہ سے آگے نہیں بڑھتی۔ (فتوح البلدان:۶۴-۶۶۳) ...... گو ان اعداد و شمار پر اعتماد دشوار ہے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عرب کا بڑا حصہ جہالت اور ناخواندگی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تھا اور نہ صرف علم کی دولت سے محروم تھا، بلکہ علم کی اہمیت، اس کی عظمت اور اس کی ضرورت و افادیت سے بھی نابلد تھا۔

یہ حالات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی، اس وحی میں شرک کی تردید اور خدا پر ایمان لانے کی

صراحت کے ساتھ ذکر نہیں، جو قرآن کی دعوت کا عطر اور خلاصہ ہے، اس وحی میں ''آخرت'' کا تذکرہ نہیں، جو ایمان وعمل کا اصل محرک ہے، اس وحی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اعلان نہیں، جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے، اس ظلم وجور اور نا اتفاقی کی مذمت نہیں، جو عرب سماج کے مزاج میں داخل ہوگیا تھا اور اس وحی میں ان اخلاقی برائیوں اور پستیوں پر بھی کوئی تنقید نہیں، جن کی اصلاح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا مشن بنایا، یہ پہلی وحی انسانیت کو ''تعلیم'' کی طرف متوجہ کرتی ہے، اس میں پہلا لفظ ہی ''اقراء'' کا ہے جس کے معنی ہیں: ''پڑھ'' پھر ان پانچ آیتوں میں دوجگہ تعلیم و تعلم کا ذکر ہے، ایک میں ''قلم'' کے ''ذریعہ تعلیم'' ہونے کی طرف اشارہ فرمایا گیا: ﴿علم بالقلم﴾ یہ گویا کتابی تعلیم کی دعوت ہے، دوسری جگہ ان علوم کی تحصیل پر متوجہ کیا گیا جو ابھی انسان کی گرفت میں نہیں ہیں اور انسان کی محنت اور اللہ کی مدد سے ہی ان کو حاصل کیا جاسکتا ہے: ﴿علم الانسان مالم یعلم﴾ گویا اس میں قیامت تک آنے والے سائنسی علوم اور ایجادات وانکشافات کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا، کیوں کہ ''علم'' ہی تمام اعتقادی اور عملی واخلاقی بیماریوں کا علاج ہے۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں علم کا چراغ بن کر آئے اور اس جہالت کو اپنا نشان بنایا، جس کے سایہ میں برائیاں پنپتی ہیں، اس لئے قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حیثیت کو زیادہ نمایاں کیا ہے، وہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''معلم'' ہیں اور انسانیت متعلم ﴿یعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾، (آل عمران:۱۶۴)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ پہلو اتنا نمایاں نظر آتا ہے کہ مکی زندگی میں بھی باوجود ہر طرح کی مشکلات اور دشواریوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نظر انداز نہیں فرمایا اور اپنے ایک جاں نثار کے مکان ''دارارقم'' کو، جو صفا کی چوٹی پر واقع تھا، تعلیمی وتربیتی مرکز بنایا، مکی زندگی کی ابتداء ہی میں نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں میں بھی پڑھنے لکھنے کا ذوق پیدا ہوگیا تھا، اس کی واضح دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ ہے، جس میں حضرت عمرؓ کے بہن اور بہنوئی کے قرآن پڑھنے کا ذکر ہے، قرآن کی کچھ سورتیں ان کے پاس لکھی ہوئی صورت میں موجود تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ پڑھنا صرف زبانی ہی نہ تھا، بلکہ کتاب کے ذریعہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایسی تربیت فرماتے کہ وہ علم کے زیور سے آراستہ ہوکر دوسروں تک بھی علم کی روشنی پہنچاتے، انصار مدینہ کی خواہش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجا جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور علم سے آراستہ کرتے: '' فکان یقرأھم القرآن ویعلمھم ''، (طبقات ابن سعد:۱۱۸/۴، ط بیروت)......جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے، ان میں علم کی طلب پیدا ہوجاتی، مدینہ میں ابھی کچھ ہی لوگ مشرب بہ اسلام ہوئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ ابھی مدینہ تشریف بھی نہ لائے تھے کہ مدینہ سے حضرت رافع بن مالکؓ انصاری آستانہ نبوت پر حاضر ہوتے ہیں اور قرآن کی تعلیم حاصل کرکے واپس ہوتے ہیں تاکہ اہل مدینہ تک علم کی یہ امانت پہنچاسکیں۔ (التراتیب الادارية:۴۴/۱)

مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین کام یہی کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور اسی مسجد سے

متصل ایک "چبوترہ" تعلیمی مقصد کے لئے بنایا، جسے "صفہ" کہا جاتا تھا، یہ گویا اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ تھا، اس مدرسہ میں غیر مقیم طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے اور دارالاقامہ کا بھی نظم تھا، اس درگاہ میں حالات و مواقع اور واردین کی بڑھتی گھٹتی تعداد کے لحاظ سے طلبہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی، بعض حضرات کا خیال ہے کہ چار سو طلبہ نے بحیثیت مجموعی اس درگاہ سے استفادہ کیا تھا اور قتادہ کی رائے ہے کہ مدرسہ صفہ سے مستفیدین کی تعداد نو سو تک پہنچتی ہے۔ (التراتیب الاداریہ: ۱/۳۴۰)

اس درس گاہ کے نصاب تعلیم کا موضوع قرآن مجید اور احکام کی تعلیم تھی، لیکن اس کے علاوہ تحریر و کتابت پر بھی پوری توجہ دی جاتی تھی، جس کی عرب کے اس معاشرہ میں بڑی اہمیت تھی، حضرت عبداللہ بن سعید بن عاص انصاریؓ جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے، اچھے کاتب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابت سکھانے پر مامور فرمایا تھا، (الاصابہ: ۷/۱۷۷)...... علم و حکمت کے حصول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و مذہب کے اختلاف کو بھی رکاوٹ نہیں بننے دیا، چنانچہ غزوۂ بدر میں جو مشرکین قید ہو کر آئے، ان میں جو لوگ کتابت سے واقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہی مقرر فرمایا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم" کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ اسے خرید و فروخت کی جانے والی شئی قرار نہیں دیا، بلکہ اسے عبادت کا درجہ دیا، جسے خالصتاً اللہ کی خوشنودی اور خلق اللہ کی خدمت کے جذبے سے دوسروں تک پہنچایا جائے اور اسے سامان تجارت نہ بنایا جائے، حضرت ابی کے ایک شاگرد نے ایک کمان تحفتاً پیش کی، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے یہ کمان لی تو گویا آگ کی کمان حاصل کی۔ (بیہقی: ۶/۱۲۶)...... اس لئے جو اساتذہ اس درگاہ میں خدمت پر مامور تھے، وہ فی سبیل اللہ خدمت کرتے تھے۔

جو طلبہ "صفہ" میں مقیم تھے، اہل مدینہ ان کے کھانے کا نظم کرتے تھے اور ان کو اپنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان سمجھ کر ان کے ساتھ خوب اکرام کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے طعام کا نظم دو طریقوں پر ہوتا، اول یہ کہ خود صفہ میں کھانے کی چیز پہنچا دی جاتی، چوں کہ عربوں کی عام غذا کھجور تھی، اس لئے کھجور کے خوشے صفہ کے ستونوں سے لٹکا دیئے جاتے، حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں مروی ہے کہ دو ستونوں کے درمیان رسی باندھ کر اسی رسی سے کھجور کے خوشے لٹکا دیتے، (التراتیب الاداریہ: ۱/۴۷۵)...... دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگ کچھ طلبہ کو اپنے گھر لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس دو اشخاص کے کھانے ہوں، وہ اپنے ساتھ تیسرے مہمان کو لے جائے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ دس طلبہ کو لے گئے، (مسند احمد: ۱/۱۹۷)...... حضرت سعد بن عبادہؓ کا مکان اہل صفہ کے لئے گویا سب سے بڑا مہمان خانہ تھا، ابن سیرین کی روایت ہے کہ سعد بن عبادہ ہر شب اسی (۸۰) طلبہ کو اپنے یہاں شب کا کھانا کھلاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۰۰)...... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر دارالاقامہ میں طلبہ کی تعداد اسی (۸۰) سے کم نہ ہوتی تھی۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان طلبہ کے قیام وطعام کے مسائل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غافل نہ رہتے تھے اور کھانے کے معیار پر بھی نظر رکھتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دست مبارک میں عصا تھا اور کھجور کا ایک خوشہ لٹکا ہوا تھا، یہ کھجور اچھی نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاٹھی سے اس خوشہ کو مارا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص چاہتا تو اس سے بہتر کھجور بھی دے سکتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن یہ بھی ایسا ہی معمولی کھجور کھائے گا۔ (ابوداود: حدیث نمبر: ۱۶۰۸)

اس درگاہ سے نہ صرف واردین استفادہ کرتے، بلکہ دور دراز کے علاقوں میں تعلیمی اغراض کے تحت درس گاہ کے فضلاء اور تربیت یافتگان بھیجے بھی جاتے، اسے ''گشتی نظام تعلیم'' سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے قرآن وسنت کی تعلیم کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجنے کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار کو اس خدمت کے لئے روانہ فرمایا، یہ لوگ ''قراء'' کہلاتے تھے، انہیں میں میرے ماموں حرامؓ بھی تھے، یہ حضرات رات میں تعلیم حاصل کرتے اور اس کا مذاکرہ کرتے تھے اور دن میں مسجد میں پانی لاکر رکھتے اور لکڑی کاٹ کر لاتے، جسے فروخت کر کے اہل صفہ کے لئے کھانے کا نظم کیا جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو بھیجا، یہ مشہور واقعہ ہے، جو''معونہ'' کے نام سے معروف ہے اور جن میں ان حضرات کو دھوکہ دے کر شہید کردیا گیا، (دیکھئے: طبقات ابن سعد: ۳/۵۱۴) ...... اسی طرح کے بعض اور وفود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز علاقوں میں بھیجے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صفہ'' میں ''شبینہ تعلیم'' کا نظم تھا، تاکہ مشغول اور متاہل افراد بھی استفادہ کرسکیں، نیز یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ جیسے آج کل ''عالم'' اور ''فاضل'' وغیرہ سے سندیں موسوم ہیں، اس زمانہ میں جو لوگ تعلیم حاصل کرلیتے تھے، ''قاری'' کہلاتے تھے، کیوں کہ ان کی تعلیم کا بنیادی حصہ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہوتا تھا۔

مدینہ میں صفہ کی اس ''درس گاہ'' کے علاوہ بعض اور مکاتب اور چھوٹی درس گاہیں بھی تھیں، حضرت مخرمہ بن نوفلؓ کا مکان تو ''دار القراء'' ہی سے معروف تھا اور یہاں بھی درس کا ایک نظام قائم تھا، حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے کچھ ہی بعد تشریف لائے تو اسی ''دار القراء'' میں مقیم ہوئے، (طبقات ابن سعد: ۴/۱۵۰) ...... اس سے ظاہر ہے کہ یہاں حدود پیمانہ ہی پر سہی، طلبہ کے قیام کا نظم بھی تھا، لیکن بہر حال مرکزی حیثیت ''اسی درسگاہ صفہ'' کو حاصل تھی۔

یہی اولین درس گاہ ہے کہ دنیا میں جتنی دینی درس گاہیں آج تعلیم وتعلم کا فریضہ انجام دے رہی ہیں، یہ ان کا اصل سر چشمہ ہے، بلکہ ایک دینی تعلیم ہی پر منحصر نہیں، بلکہ یہی ہر علم نافع کا منبع ہے، جس کی بنیاد ایک نبی اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں پڑی تھی اور جس کی ضوء سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب غرض دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک تمام دانش گاہیں روشنی حاصل کررہی ہیں اور اس کی عالم تاب کرنوں سے ذرہ ذرہ منور ہے...... صد لاکھ سلام ہو اس درسگاہ کے معلم اول پر اور ان کے رفقاء عالی مقام پر!!.............................. ☆☆